

# ہائے اصغرؑ

اصغرؑ نے گلاتیر کے آگے جو رکھا ہے  
کیا دیکھ لیا اُس نے کہ اس زد پہ خدا ہے

---

اے انتہائے صبر حدِ صبر توڑ دے  
اصغرؑ کا خوں چھڑک کے زمیں کو نچھوڑ دے

خاکِ کپائے ماتم گسارِ انِ حسینِ مظلوم

میر احمد نویدؒ

## نوح

اصغرؑ کا لہو چہرے پہ ملے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں  
گرنے سے فلک کو روکے ہوئے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

یہ ظالمو آخری حجت ہے اس حجت پر ہی قیامت ہے  
ہاتھوں میں علی اصغرؑ کو لئے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

یہ جان لیں وہ جو ستمگر ہیں اصغرؑ ہی شافعِ محشر ہیں  
یہ ہے جو صداہلِ من کی لئے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

گردن پر چاہے تیر لگے پردھوپ نہ تن پر اس کے پڑے  
اصغرؑ پہ عبا کا سایہ کیے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

قرآن کا گلا خنجر سے کٹا، یسین کا دل نیزوں سے چھدا  
سرتابہ قدم قرآن بنے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

جو ابراہیمؑ نے دیکھا تھا اک قربانی کا خواب نویدِ  
اُس خواب کی ہی تعبیر بنے شبیرؑ کھڑے ہیں مقتل میں

## نوحہ

نا مکمل رن کو اصغرؑ نے مکمل کر دیا  
تیر تھا جس ہاتھ میں اس ہاتھ کو شل کر دیا

لے کے اصغرؑ کو چلے جب شاہِ مقتل کی طرف  
ماں نے سائے کے لیے نظروں کو آنچل کر دیا

رن میں آ کر کھل گئی کچھ اور اصغرؑ کی کلی  
دھوپ نے اس پھول کو کچھ اور کوہل کر دیا

در سے خیمے کے علی اصغرؑ کو ماں تکتی رہی  
جب تلک اصغرؑ کو میداں نے نہ اوجھل کر دیا

مسئلہ جو شاہؑ کو درپیش تھا اس موڑ پر  
اک تبسم نے ترے وہ مسئلہ حل کر دیا

کس کا یہ انداز ہے اے تیر اندازو کہو  
کس نے دو ٹکڑے گلے سے تیر کا پھل کر دیا

گردنیں لشکر نے ڈالیں ہاتھ سینے پر دھرے  
بے زبانی نے تری ہر لب مقفل کر دیا

کاٹتا تھا انگلیاں دانتوں سے وہ اپنی نوید  
صبر نے بے شیر کے ظالم کو پاگل کر دیا

## نوحہ

بڑھنے لگے ہیں سائے اصغرؑ نظر نہ آئے  
اب کس کو ماں جھلائے لوری کسے سنائے

سوچی زباں پھرانا توحید کو بچانا  
کہتا ہے مُسکرانا آتا ہے تیر آئے

شبیرؑ ہیں اکیلے مقتل میں جان لینا  
جھولے سے خود کو اصغرؑ جب خاک پہ گرائے

ہل من وہ شہ کا کہنا بے شیر کا ہمکنہ  
ہاتھوں کا وہ چلانا ماں کیسے بھول جائے

اب بھی دیا بجھا ہے اب بھی ہے استغاثہ  
جانا ہے جس کو جائے آنا ہے جس کو آئے

بے شیر کی یہ صورت ہے دستِ شہ پہ حجت  
گلِ انبیاء کی محنت ہاتھوں پہ ہیں اٹھائے

لوری تھی جن لبوں پر اب ہے نویدِ نوحہ  
رتی ہے بازوں میں بے شیر کی بجائے

## نوحہ

رو کر علی اصغرؑ کو رلائے گی سکیئہؑ کو  
ماں جب بھی کبھی پانی پلائے گی سکیئہؑ کو

یاد آئے گا جھولا، اُسے یاد آئیں گے اصغرؑ  
ماں لوریاں دے کر جو سلائے گی سکیئہؑ کو

آئیں گے تصور میں ہمکتے ہوئے اصغرؑ  
آواز وہ دے کر جو بلائے گی سکیئہؑ کو

آئے گی نظر اُس کو بھی قبرِ علی اصغرؑ  
جب ڈھونڈنے مقتل میں جائے گی سکیئہؑ کو

جب قافلہ جائے گا تو روتے ہوئے کیسے  
ماں تربتِ اصغرؑ سے اٹھائے گی سکیئہؑ کو



مقتل سے وہ نکلے گی کھو کر علی اصغرؑ کو  
زنداں سے جو نکلے گی نہ پائے گی سیکنہؑ کو

زنداں میں نویۃ اس کو یاد آئے گا جھولا  
جب خاک پہ زنداں کی سلائے گی سیکنہؑ کو

## نوحہ

ہوگئی شام دھواں لوری دیتی رہی ماں  
جھولا جلتا ہی رہا جھولے سے لپٹی رہی ماں

کانپتے ہاتھوں میں سوکھے ہوئے ساغر کو لیے  
دھوپ کی گود میں یادِ علی اصغرؑ کو لیے  
سائے میں آئی نہیں دھوپ میں بیٹھی رہی ماں

پیاس بڑھتی ہوئی سوکھے ہوئے سارے ساغر  
کان دریا کی طرف آنکھیں علی اصغرؑ پر  
پانی بہنے کی صدا خیمے میں سنتی رہی ماں

لاشِ اصغرؑ کو لیے خاک میں اُٹتے رہے شاہ  
در پہ خیمے کو جو آ آ کے پلٹتے رہے شاہ  
خاک سے اُٹھتی رہی، خاک پہ گرتی رہی ماں

قافلہ آ کے رکا جبکہ درِ صغرؔ پر  
ہائے اصغرؔ کہا اور در پہ گری غش کھا کر  
سنگ در تھام لیا سر کو پٹکتی رہی ماں

خالی حجروں میں سسکنے کو گیا سناٹا  
صحن میں خاک اڑاتا ہوا دن آ کے گیا  
جیسے بیٹھی تھی اُسی طرح سے بیٹھی رہی ماں

ہائے جلتے ہوئے خیمے میں سکیئہ ہے نویدِ  
درمیاں شعلوں کے جلتا ہوا جھولا ہے نویدِ  
دونوں کو تھامے ہوئے آگ میں جلتی رہی ماں

## نوحہ

ہو مرے لعل کہاں، راہ نکلتی ہے یہ ماں  
آگ خیموں میں لگی راکھ پہ بیٹھی رہے یہ ماں

جو گزرتی ہے اکیلے ہی مجھے سہنے دو  
خاک اڑانے دو مجھے دھوپ ہی میں رہنے دو  
موت آتی ہے اگر سائے میں جاتی ہے یہ ماں

اب نہ آباد کبھی ہوگی یہ اُجڑی ہوئی گود  
مانگ سونی ہوئی میری، مری سونی ہوئی گود  
ایسے اُجڑے نہ کوئی جیسے کہ اُجڑی ہے یہ ماں

ہائے کیسا یہ ستم ماں پہ خدایا ٹوٹا  
لب کو جنبش نہ ہوئی پھر نہ یہ سکتہ ٹوٹا  
جیسے بیٹھی تھی اسی طرح سے بیٹھی ہے یہ ماں

گھر کی دلیز سے کس طرح سے گزری ہوگی  
تھام کر در کبھی بیٹھی کبھی اٹھی ہوگی  
کھو کے جنگل میں تجھے گھر میں جو آئی ہے یہ ماں

ہائے سرگوشی میں کہتی ہے یہ ماں اصغرؑ سے  
ہائے جس روز سے بچھڑی ہے یہ ماں اصغرؑ سے  
ہائے اُس روز سے روئی ہے نہ سوئی ہے یہ ماں

دل پہ مادر کے عجب تیر سے چلتے ہیں نویدِ  
خونِ اصغرؑ کا جو شبہٴ چہرے پہ ملتے ہیں نویدِ  
کھا کے غش خاک پہ کس طرح سے گرتی ہے یہ ماں

## نوحہ

اک جھولا جل گیا اک جھولا جل گیا  
یہ جھولا اُس جلے ہوئے جھولے کا ہے نشان

پہلو میں میں نہ ہوں تو نہ گھبرانا میرے لعل  
جنگل میں نیند آئے تو سو جانا میرے لعل  
تم آگئے تو لعل سلائے گی ماں کہاں

سائے میں آئی باؤ تو گھبرا کے گر گئی  
پہلو جو شل ہوا تو سرِ خاک گر پڑی  
دامن میں تھیں جلے ہوئے جھولے کی لکڑیاں

قدموں میں تھک کے غازی کے دریا بھی سو گیا  
اصغر کو لے کے گود میں صحرا بھی سو گیا  
جھولے کی راکھ بن گئی اک ماں کی لوریاں

یہ ہاتھ سر پہ خاک نہ ڈالیں تو کیا کریں  
سر پیٹنے کے کام نہ آئیں تو کیا کریں  
جن ہاتھوں سے جھلاتی تھی جھولا تجھے یہ ماں

مجھ کو تو بس نویدِ یہ حسرت ہے بے کراں  
اصغرؑ کے بعد کس لیے قائم ہے یہ جہاں  
چلتی ہیں کیوں ہوائیں یہ دریا ہے کیوں رواں

## نوح

ہونگی دھواں لوری راگھ ہو گیا جھولا  
ماں سے چھپ کے صحرا میں رو رہا ہے سناٹا

لوریاں سنائیں گی اب ہوائیں صحرا کی  
دے گی اب تجھے ہائے عرضِ کربلا جھولا

وہ تو لے لیا تو نے خود ہمک کے گردن پر  
ورنہ وہ خدا تھا جو تیر کا نشانہ تھا

لاش اٹھا کے اصغرؑ کی اٹھنے بیٹھنے والے  
وزن تو بتا مجھ کو کیا ہے لاشِ اصغرؑ کا

کلمہ پڑھنے والوں نے تیر مارا اصغرؑ کے  
بے الہ کیا جانے لا الہ الا لہ



ہے حُبل کی معزولی موت ہے یہ عُزہ کی  
شہہ کا لیکے اصغر کو قتل گاہ میں آنا

آج بھی غلش بن کر سینے میں ہے مہدی کے  
جو لگا تھا گردن پر تیر وہ کہاں نکلا

منہ سے خون اگلتا تھا ذرہ ذرہ صحرا کا  
جب نویدِ مقتل میں گونجتا تھا یہ نوحہ

## نوحہ

سُن کے ہل من کی صدا جھولے سے ایک مہم لقادے رہا ہے یہ صدا لبیک یا شاہ ہدا  
حاصل کرب و بلا آخری فدیہ تیرا تجھ کو دیتا ہے صدا لبیک یا شاہ ہدا

جس پہ ہے محشر رکا جس پہ ہے روزِ جزا  
شافعِ روزِ جزا میرا چھد جائے گلا  
باقی رہ جائے خدا لبیک یا شاہ ہدا

اس کو کیا جانے عُدو کون ہوں میں کون تو  
تو صدا ہے میں گلو جو بہے میرا لہو  
پھینکنا مت عرش پر پھینکنا مت فرش پر خون ہے ناحق مرا لبیک یا شاہ ہدا

کہہ رہا ہے یہ خدا کہہ رہے ہیں مصطفیٰ  
کہہ رہے ہیں مجتبیٰ کہہ رہے ہیں مرتضیٰ  
انبیاء نے بھی کہا اولیا نے بھی کہا اوصیا نے بھی کہا لبیک یا شاہ ہدا

عرش سارا ہل گیا گونجی صغراً کی صدا  
عصر کا وقت آگیا بابا تنہا ہے میرا  
دو خدا والوں صدا، عرش والو دو صدا فرش والوں دو صدا لبیک یا شاہ ہدا

آندھیوں کا تھا وہ زور تھا اندھیرا چاروں اور  
بس زمین سے تا فلک و احسینا کا تھا شور  
دی جو اصغرؑ نے صدا، دی ملائکہ نے صدا دی خلافت نے صدا لبیک یا شاہ ہدا

پھر سچے کرب و بلا پھر ہو سر تن سے جدا  
پھر فدا ہوں پھر فدا ہو سکا کب حق ادا  
قافلہ جس دم چلا اک ننھا سا گلا، نیزے پر کہتا رہا لبیک یا شاہ ہدا

کر بلا ہے یہ نویدِ آئینہ ہے یہ نویدِ  
سلسلہ ہے یہ نویدِ تذکرہ ہے یہ نویدِ  
اُس نے ہی پائی بقا مر کے بھی زندہ رہا جس نے جیتے جی کہا لبیک یا شاہ ہدا

## نوحہ

تیرا جھولا اٹھایا جاتا ہے تیرا جھولا اٹھایا جاتا ہے  
لوری کی جگہ ہائے اصغر تیرا نوحہ سنا یا جاتا ہے

لو اٹھتی ہے گریے کی صدا لو اٹھتی ہے نوحے کی صدا لو اٹھتی ہے ماتم کی صدا  
ہر ایک نبی ہر ایک ولی، حلقے میں بلایا جاتا ہے ترا جھولا اٹھایا جاتا ہے

وہ شور ہے ہائے اصغر کا وہ بین ہے تیری مادر کا وہ اٹھنا بیٹھنا سرور کا  
کہتا ہے یہ سارا منظر ترا لاشہ اٹھایا جاتا ہے ترا جھولا اٹھایا جاتا ہے

صدقے ہوتے ہیں عرض و سما صدقے ہوتی ہے کرب و بلا صدقہ ہوتا ہے آپ خدا  
حیدر کو بلایا جاتا ہے سرور کو بلایا جاتا ہے ترا جھولا اٹھایا جاتا ہے

عصمت کا باطن ہے تجھ میں تو حید کا ظاہر ہے تجھ میں ہر ازل و آخر ہے تجھ میں  
تری بات سنائی جاتی ہے تیرا قد بتلایا جاتا ہے ترا جھولا اٹھایا جاتا ہے

اِس وقت نویدِ نوید نہیں سجدے میں پڑی ہے اُس کی جبین ہلتا ہے فلک ہلتی ہے زمیں  
تیرا جھولا اُٹھایا جاتا ہے تیرا جھولا اُٹھایا جاتا ہے ترا جھولا اُٹھایا جاتا ہے

## نوحہ

راکھ جھولے کی اڑی ہے لے کے صحرا کی ہوا  
ہر طرف سے آرہی ہے ہائے اصغر کی صدا

مسکرا نا کھلکھلانا وہ ہمکنا چونکنا  
ساتھ جھولے کے نہ جانے میرا کیا کیا جل گیا

آنکھ کے آگے اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں  
دے صدا تجھ کو تو کیسے گھٹ گیا ماں کا گلا

جس کی لو ہے کربلا اور روشنی ہے لا الہ  
کربلا کی خاک میں ہے دفن ننھا سا دیا

جانے سر اپنا چھپانے کربلا جاتی کہاں  
گر نہیں ہوتا لہو تیرا پناہ کربلا

نقطہ توحید ہے تو مرکزِ توحید ہے  
گرد جس کے گھومتی ہے دائرے میں کربلا

راکھ میں دل کی ملایا خوں تب لکھا نوید  
کیا کہوں مجھ سے یہ جھولا کس طرح لکھا گیا

## نوحہ

قید میں تیرگی راہ اُڑاتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی

اب تو ہونے کا احساس بھی کھو گیا  
دور بھی کھو گیا پاس بھی کھو گیا  
نزع میں اک صدا لڑکھڑاتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی

موت آئے گی یہ وقت ٹل جائے گا  
اب مجھے یہ اندھیرا نکل جائے گا  
حال اپنا وہ خود کو سناتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی



ایک اک کر کے منظر بدلتا رہا  
ایک سایہ سا گرتا سنبھلتا رہا  
سانس آتی رہی سانس جاتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی

زیر لب کوئی نوحہ سناتا رہا  
اک دیا قید میں جھلملاتا رہا  
لو لرزتی رہی تھرتھراتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی

تیرگی سے گلا بھی نہیں چھوٹتا  
ایسا سکتا ہے سکتا نہیں ٹوٹتا  
اک صدا ہے کہ جو دور جاتی رہی  
ہائے اصغرؑ کی آواز آتی رہی

نبض تنہائی کی ڈوبتی ہی رہی  
روشنی روشنی چمکتی ہی رہی  
دے کے سب کو صدا وہ بلاتی رہی  
ہائے اصغرؔ کی آواز آتی رہی

گھپ اندھیرے میں گم ہوگئی وہ نوید  
خود ہی زندان میں سوگئی وہ نوید  
وہ جو اصغرؔ کو لوری سناتی رہی  
ہائے اصغرؔ کی آواز آتی رہی

## نوحہ

جھولا تو جل چکا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے  
وہ چاند چھپ گیا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے

سناٹا چیختا ہے مقتل میں کیا بچا ہے  
خیموں میں کیا بچا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے

بے جنبش و کنایہ خیمے میں ماں کا سایہ  
ساکت پڑا ہوا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے

کیسا کوئی ستارا کیسا کوئی نظارہ  
سب کچھ ہی چھپ گیا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے

جنبش تھمی ہوئی ہے گردش رُکی ہوئی ہے  
سکتے میں کربلا ہے بس راکھ اڑ رہی ہے

تلوار و تیر و نیزہ ، صحرا و دشت و دریا  
ہر شور تھم گیا ہے بس راکھ اُڑ رہی ہے

جو عکس کبریا تھا جو آخری دیا تھا  
اب وہ بھی بُجھ گیا ہے بس راکھ اُڑ رہی ہے

جھولا تھا ماں کے دل میں جھولے میں ماں کا دل تھا  
سب راکھ ہو چکا ہے بس راکھ اُڑ رہی ہے

دل میں نویدِ اس دم آندھی سی چل رہی ہے  
بس درد اُٹھ رہا ہے بس راکھ اُڑ رہی ہے

## نوحہ

ترا جھولا آرہا ہے ترا جھولا آرہا ہے  
نوحہ کُناں ہے کوئی کوئی خاک اُڑا رہا ہے  
ترا جھولا آرہا ہے ترا جھولا آرہا ہے

ہے شام بے چراغاں پرہول ہے بیاباں  
کوئی نہیں ہے ساماں میں چاک سب کریباں  
اُٹھ اُٹھ کے ہر بگولا نوحہ سنا رہا ہے  
ترا جھولا آرہا ہے ترا جھولا آرہا ہے

نغمے سے اِس دیے سے ہے اِک جہان روشن  
کیا چاند کیا ستارے ہے لا مکان روشن  
صدیاں گزر گئی ہیں یہ جگمگا رہا ہے  
ترا جھولا آرہا ہے ترا جھولا آرہا ہے

یہ آسماں سے کوئی تارا ہوا برآمد  
یا دائرے میں تیرا جھولا ہوا برآمد  
یوں لگ رہا ہے کوئی مقتل میں آ رہا ہے  
ترا جھولا آ رہا ہے ترا جھولا آ رہا ہے

ہے جس سے ہر زمانہ ہے اُس کا کیا ٹھکانا  
ہے جس سے آب و دانہ ہے تیر کا نشانہ  
اُمت کو رزق دے کر خود تیر کھا رہا ہے  
ترا جھولا آ رہا ہے ترا جھولا آ رہا ہے

ہر اک ولی ہے زخمی ہے اک نبی ہے زخمی  
ہر نوحہ خاں لہو ہے ہر ماتمی ہے زخمی  
سارے کا سارا حلقہ خوں میں نہا رہا ہے  
ترا جھولا آ رہا ہے ترا جھولا آ رہا ہے

صوت و صدا کے مارے حرف و بیاں کے مارے  
یہ کیا سمجھ سکیں گے نطق و زباں کے مارے  
یہ اپنی بے زبانی میں کیا سنا رہا ہے  
ترا جھولا آ رہا ہے ترا جھولا آ رہا ہے

یعنی نوید ہے وہ روزِ جزا کا مالک  
یعنی خودی کا مالک یعنی خدا کا مالک  
جو مر کے موت کو بھی جینا سکھا رہا ہے  
ترا جھولا آ رہا ہے ترا جھولا آ رہا ہے